134154-کیا شرعی علوم کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟

سوال

میرا دوست مشائخ اور ائمہ کرام پر یہ تنقید کرتا ہے کہ وہ اپنے کام کی اجرت لیتے ہیں، اس کا دعوی ہے کہ قرآن وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس میں صحابہ کرام ائمہ اور مشائخ کو دعوتی امور سر انجام دینے پر تنخواہ دیتے ہوں۔

میں نے جس وقت اسے کہا کہ: یہ تو ساری امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دعوتی امور سر انجام دینے والوں کی مدد کریں؛ کیونکہ وہ اپنا وقت اس عمل میں لگاتے ہیں، تو اس نے کہا کہ: ایسی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ہے کہ وہ ایسا کام کرتے ہوں، وہ قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کے عمل کو حرام قرار دینے کیلیے اس آیت سے استدلال کرتا ہے:

{وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ}.

ترجمہ: اور جو میں نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا [قرآن] نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس پر سب سے پہلے کفر کرنے والے مت بنو، اور نہ ہی میری آیات کے بدلے میں معمولی قیمت بٹورو، اور مجھ ہی سے ڈرو۔ [البقرة: 41]

اسی طرح سورہ یاسین کی آیت:

{اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ}.

ترجمہ: تم اس کی اتباع کرو جو تم سے اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ [یس: 21]
تو کیا کتاب وسنت کی تعلیم دے کر کمانا جائز ہے؟ امید کرتا ہوں کہ اس بارے میں کچھ دلائل سے واضح کریں گے۔

پسندیدہ جواب

اول:

عبادات کیلیے اصول یہی ہے کہ مسلمان عبادات کرنے کے بدلے میں اجرت مت لے، اور جو شخص اپنی عبادت کے بدلے میں دنیاوی اجرت چاہے تو اللہ تعالی کے ہاں اس کیلیے کوئی اجر نہیں ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:
(مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ [15] أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)
ترجمہ: جو شخص دنیاوی چکاچوند اور دنیاوی زندگی چاہتا ہے تو ہم اس کے اعمال کا پورا بدلہ وہیں دے دیتے ہیں، دنیا میں انہیں اس کا کوئی خسارہ نہیں ہوگا [15] یہی لوگ ہیں جن کیلیے آخرت میں صرف آگ ہے، ان کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور جو کچھ وہ کرتے رہے وہ بے فائدہ ہو جائے گا۔ [ہود: 15، 16]

دوم :

اگر عبادت ایسی ہو کہ جس کا فائدہ دوسروں کو بھی ہو جیسے کہ قرآن کریم کے ذریعے دم کرنا، یا قرآن کریم کی تعلیم دینا، یا حدیث کی تعلیم دینا تو جمہور علمائے کرام کے ہاں ایسی عبادت پر اجرت لینا جائز ہے، لیکن متقدمینِ احناف اس کے خلاف تھے، ان کے ہاں دم یا تعلیم کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچنے کے عوض میں اجرت لینا درست نہیں۔

سنت نبویہ میں ایسی احادیث موجود ہیں جن سے جمہور کے موقف کی تائید ہوتی ہے :

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند صحابہ بارش کے پانی پر بسر کرنے والوں کے پاس سے گزرے جن میں سے ایک شخص کو سانپ نے کاٹا تھا، توان میں سے ایک آدمی صحابہ کے پاس آیا اور کہا : "تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ پانی میں ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا ہے"، اس پر ایک صحابی گئے اور بکریوں کے عوض سورت فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، تو وہ آدمی ٹھیک ہو گیا، چنانچہ وہ صحابہ کے پاس بکریاں لے آئے، لیکن ان کے ساتھیوں نے اسے اچھا نہیں سمجھا اور کہنے لگے کہ تم نے قرآن پڑھنے پر اجرت لی ہے، پھر جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے عرض کیا : "اللہ کے رسول! اس نے قرآن پڑھنے پر اجرت لی ہے" تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (جن چیزوں پر اجرت لینی جائز ہے ان میں سب سے مستحق قرآن پاک ہے) بخاری : (5405)

نیز اس روایت کو بخاری : (2156) اور مسلم نے : (2201) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پر نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں یہ عنوان قائم کیا ہے :
"باب ہے : قرآن اور اذکار کے ذریعے دم کرنے پر اجرت لینے کے بیانِ جواز میں"

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں :
"اس حدیث میں سورہ فاتحہ اور اذکار شرعیہ کے ذریعے دم کرنے پر اجرت لینے کی صراحت کے ساتھ اجازت ہے، نیز یہ بھی کہ یہ اجرت حلال ہے اس میں کراہت والی کوئی بات نہیں، اسی طرح قرآن کریم کی تعلیم پر بھی اجرت لینا حلال ہے، یہی موقف شافعی، مالک، احمد، اسحاق، ابو ثور اور ان کے بعد آنے والے دیگر سلف کا ہے" انتہی
"شرح النووی" (188/14)

دائمی فتوی کمیٹی کے علمائے کرام کہتے ہیں :
"آپ کیلیے قرآن کریم کی تعلیم دینے پر اجرت لینا جائز ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کو آدمی کے ساتھ اس شرط پر بیاہ دیا تھا کہ وہ لڑکی کو قرآن مجید کی وہ تمام سورتیں یاد کروائے گا جو اسے یاد ہیں، تو یہ سورتیں اس لڑکی کا حق مہر ٹھہریں، اسی طرح ایک صحابی نے کسی کافر مریض پر دم کیا اور دم کرنے سے مریض شفا یاب ہو گیا تو انہوں نے اس پر اجرت لی تھی، اور اسی واقعے کے تناظر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : (جن چیزوں پر اجرت لینی جائز ہے ان میں سب سے مستحق قرآن پاک ہے) اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔
شریعت میں منع یہ ہے کہ آپ محض تلاوت کرنے کے بدلے میں اجرت لیں، اور قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں سے مانگیں" انتہی

شیخ عبد العزیز بن باز، شیخ عبد الرزاق عفیفی، شیخ عبد اللہ بن غدیان، شیخ عبد اللہ بن قعود۔

"فتاوی اللجنۃ الدائمۃ" (96/15)

اسی مسئلہ کے متعلق دیگر فتاوی جات کیلیے سوال نمبر : (20100) اور (95781) کا مطالعہ کریں۔

سوم :

آپ کے دوست نے آیات سے جو استدلال کیا ہے وہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ ان آیات کا معنی اور مفہوم قرآن وحدیث اور دیگر شرعی علوم کی تعلیم پر اجرت لینے کی ممانعت پر دلالت نہیں کر رہا، اور اگرچہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ کچھ اہل علم نے ان آیات اور اسی طرح کی دیگر آیات سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کریم اور علوم شرعیہ کی تعلیم پر اجرت لینے سے منع کیا ہے، لیکن ہم ان کے اس استدلال کو صحیح نہیں سمجھتے اس کی تفصیل درج ذیل ہے :

پہلی بات :

فرمانِ باری تعالی :

.{وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ}.

ترجمہ : اور جو میں نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا [قرآن] نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس پر سب سے پہلے کفر کرنے والے مت بنو، اور نہ ہی میری آیات کے بدلے میں معمولی قیمت بٹورو، اور مجھ ہی سے ڈرو۔ [البقرۃ : 41] یہاں معمولی قیمت سے مراد لوگوں کو راضی رکھنا ہے، قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا اس سے مراد نہیں ہے۔

چنانچہ طاہر ابن عاشور رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"فرمانِ باری تعالی : (لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا) تاکہ وہ اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں [البقرۃ : 79] یہ اصل میں اس آیت کی طرح ہے : (وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا) اور نہ ہی میری آیات کے بدلے میں معمولی قیمت بٹورو [البقرۃ : 41] اور یہاں پر قیمت سے مراد لوگوں کو راضی رکھنا ہے، کہ وہ احکامِ دین لوگوں کی چاہت کے مطابق بدلتے رہتے ہیں، یا اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں حالانکہ وہ جاہل ہیں، چنانچہ اپنی اسی جہالت کی بنا پر قصے اور کہانیوں سے بھرپور کتابیں لکھ مارتے ہیں، اور انتہائی سطحی قسم کی معلومات ان میں درج کرتے ہیں صرف اس لیے کہ مجمعے پر اپنا دھونس جما سکیں، کیونکہ ان کی ذہنی سطح اتنی بلند نہیں تھی کہ صحیح علم تک پہنچ سکیں، لیکن ان میں منظر عام پر آنے اور بڑا بننے کی چاہت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی تو انہوں نے سطحی قسم کی باتیں جوڑیں، من گھڑت باتیں اکٹھی کیں، اور ایسی بے سر و پا چیزیں جمع کیں جو صحیح علم کا بالکل مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں، پھر انہیں لوگوں میں پھیلانے کا کام شروع کر دیا اور انہیں اللہ اور اس کے دین کی جانب منسوب کرنے لگے، اصل میں جاہل لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے جو نا اہلی کے باوجود بڑا بننے کی چاہت رکھتے ہیں، تاکہ عوام الناس اور ایسے لوگوں کی نظروں میں اہل علم نظر آئیں جو موٹاپے اور سوجن میں فرق نہ کر سکیں" انتہی

"التحریر والتنویر" (577/1)

اسی طرح علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اس آیت اور اسی موضوع کی آیات کی وجہ سے قرآن کریم اور دیگر علوم کی تعلیم پر اجرت لینے سے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ امام زہری اور اصحاب الرائے [احناف] اس سے منع کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ : قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم واجب امور میں سے ایک ہے جس میں عبادت اور خالص نیت کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا قرآن کریم کی تعلیم دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے جیسے نماز، روزہ اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، فرمانِ باری تعالی ہے : (وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا) اور نہ ہی میری آیات کے بدلے میں معمولی قیمت بٹورو [البقرۃ : 41]

جبکہ قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینے کو امام مالک، شافعی، احمد، ابو ثور اور دیگر اکثر علمائے کرام نے جائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دم والی حدیث میں ہے کہ : (جن چیزوں پر اجرت لینی جائز ہے ان میں سب سے مستحق قرآن پاک ہے) اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے، یہ اختلاف مٹانے کیلیے بالکل واضح اور صریح ہے، اس لیے اس حدیث پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اور جو فریق مخالف نے قرآن کریم کی تعلیم کو نماز اور روزے پر قیاس کیا ہے تو یہ فاسد ہے؛ کیونکہ یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے، پھر دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، وہ اس طرح کہ نماز اور روزہ اپنے کرنے والے کو فائدہ پہنچاتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کی تعلیم سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے اور یہ متعدی عبادت ہے، لہذا قرآن کریم پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے؛ کیونکہ وہ بھی قرآن کو دوسروں تک پہنچا رہا ہے جیسے کہ قرآن کریم لکھنے کی اجرت لینا جائز ہے۔

اور اس آیت کا جواب یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں، اور سابقہ شریعتیں کیا ہمارے لیے بھی قابل عمل شریعت ہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور [ابو حنیفہ رحمہ اللہ] اس بات کے قائل نہیں ہیں۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ:
اس آیت میں وہ شخص مراد ہے جس پر قرآن کی تعلیم دینا متعین اور فرض ہو چکا ہو[یعنی: علاقے میں اس کے علاوہ کوئی اور قرآن کی تعلیم دینے والا نہ ہو] اور وہ بغیر اجرت کے قرآن کی تعلیم دینے سے انکار کر دے، البتہ اگر کسی شخص پر قران کی تعلیم دینا متعین اور فرض نہ ہو اس کیلیے اجرت لینا جائز ہوگا، اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص پر قرآن مجید کی تعلیم دینا متعین ہو جائے لیکن اس کے پاس اپنے اور اہل خانہ کا پیٹ پالنے کیلیے کچھ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی اس پر قرآن کی تعلیم دینا واجب نہیں ہوگا، اس لیے وہ شخص [اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کیلیے] اپنے کام اور پیشے پر محنت جاری رکھ سکتا ہے، اس صورت میں حکمران کی ذمہ داری ہے کہ اقامت دین کیلیے اقدامات کرے، اگر حکمران نہیں کرتا تو مسلمان خود سے اس ذمہ داری کو نبھائیں؛ کیونکہ جس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو ان کے گھر بار کی ضروریات پوری کرنے کیلیے کوئی ذریعہ نہیں تھا، تو انہوں نے کپڑے اٹھائے اور بازار میں بیچنے کیلیے نکل کھڑے ہوئے، لوگوں نے اس بارے میں ان سے بات کی تو کہنے لگے: میں اپنے گھر والوں کے اخراجات کہاں سے ادا کروں؟ اس پر لوگوں نے آپ کیلیے معقول مشاہرہ مقرر کر دیا۔

اور وہ احادیث جن میں اجرت لینے سے منع کیا گیا ہے، ان میں سے کوئی بھی اپنے سہارے پر قائم نہیں اہل علم اور محدثین کے ہاں وہ ثابت ہی نہیں ہوتیں، [اس کے بعد قرطبی رحمہ اللہ نے ان روایات پر جرح کی ہے] لہذا سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنا ممکن ہو" انتہی مختصراً
"تفسیر القرطبی"(1/335، 336)

دوسری بات:

فرمانِ باری تعالی: {اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ}
ترجمہ: تم اس کی اتباع کرو جو تم سے اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ [یس: 21] اور اسی طرح کی دوسری آیات کا جواب:

اہل علم نے ایسی آیات کی روشنی میں بھی قرآن کریم اور شرعی علوم کی تعلیم پر اجرت لینے سے منع کیا ہے، اور ان کا کہنا ہے کہ یہ رسولوں اور ان کے پیروکاروں کا شیوہ نہیں ہے۔

ان کے اس استدلال کا رد ناقابل تردید ہے، وہ اس طرح کہ یہ آیت صرف ان لوگوں کے بارے میں ہے جن پر تبلیغ، دعوت، اور تعلیم فرض عین ہو جائے، جن پر فرض عین نہیں ہے ان کے بارے میں یہ آیت نہیں۔

اسی طرح ان آیات کو ایسے شخص کے بارے میں کراہت پر محمول کیا جا سکتا ہے جسے اجرت لینے کی ضرورت نہیں ہے، شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اسی موقف کے قائل تھے، انہوں نے اس معنی کی متعدد آیات یکجا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:
"اس آیت کریمہ سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ: رسولوں کے نقش قدم پر چلنے والے علمائے کرام اور دیگر افراد کیلیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پاس موجود علم بلا معاوضہ آگے پہنچائیں،

اس کا معاوضہ مت لیں، وہ کتاب اللہ کی تعلیم دینے پر اجرت نہ لیں، عقائد، حلال و حرام اور دیگر شرعی علوم کی تعلیم پر اجرت مت لیں" انتہی
"أضواء البيان" (179/2)

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:
"مجھے لگتا ہے -واللہ اعلم- کہ اگر انسان کو کوئی ضروری حاجت نہ ہو تو ان دلائل کی بنا پر اس کیلیے بہتر یہی ہے کہ قرآن کریم، عقائد اور حلال و حرام کی تعلیم پر معاوضہ نہ لے، اور اگر اسے ضرورت محسوس ہو تو بقدرِ ضرورت بیت المال سے لے لے؛ کیونکہ بیت المال سے لی ہوئی رقم تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کیلیے ہے بطور اجرت نہیں ہے۔

لہذا جسے اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا ہے اس کیلیے بہتر یہی ہے کہ وہ قرآن کریم، عقائد، اور حلال و حرام کی تعلیم کے بدلے میں کچھ نہ لے" انتہی
"أضواء البيان" (182/2)

جو موقف شیخ شنقیطی رحمہ اللہ نے اپنایا ہے ان سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے:

آپ رحمہ اللہ سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو اجرت کے بغیر شرعی علوم پڑھانے کیلیے تیار نہیں ہے، تو کیا اس کیلیے ایسا کرنا جائز ہے؟:
تو انہوں نے جواب دیا:
"الحمد للہ، کسی معاوضے اور اجرت کے بغیر قرآن کریم اور شرعی علوم کی تعلیم دینا اللہ تعالی کے ہاں افضل اور محبوب ترین اعمال میں سے ہے، اور یہ بات دین اسلام میں ایک مسلمہ حقیقت ہے، اسلامی خطے میں رہنے والے کسی بھی شخص سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر قرآن و حدیث کے مشہور و معروف علمائے کرام اور فقہاء سب کے سب بغیر اجرت کے تعلیم دیتے تھے، ان میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہیں تھا جو اجرت لیکر تعلیم دیتا ہو۔

(علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں، انبیائے کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی بلکہ ان کی وراثت علم ہے، جس نے بھی علم حاصل کیا اس نے عظیم نصیب پایا) اور انبیائے کرام علم بغیر اجرت کے سکھاتے تھے، جیسے کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا:
{وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ}
ترجمہ: اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر صرف رب العالمین کے ذمے ہے۔ [الشعراء: 109]

یہی بات ہود، صالح، شعیب، لوط اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے کہی تھی اور اسی طرح کی بات خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی:
{قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ}
ترجمہ: آپ کہہ دیں: میں اس پر کسی اجرت کا تم سے سوال نہیں کرتا، اور نہ ہی میں تکلف میں پڑنے والا ہوں [ص: 86]

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:
{قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا}
ترجمہ: آپ کہہ دیں: میں تم سے اس پر کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، ماسوائے اس بات کے کہ: تم میں سے جو چاہے وہ اپنے پروردگار کا راستہ اپنا لے۔ [الفرقان: 57]

قرآن کریم، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم بغیر اجرت کے دینا سب اہل علم کے ہاں متفقہ طور پر عمل صالح ہے، بلکہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ: (میری طرف سے پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو) اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (حاضر غیر حاضر افراد تک بات پہنچا دیں)

اگر علمائے کرام کا اختلاف ہے تو اس بات پر ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں، اس بارے میں دو موقف ہیں اور امام احمد سے اس کے متعلق دو روایات ہیں:

پہلی یہ ہے کہ: شرعی علوم کی تعلیم دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یہی ابو حنیفہ وغیرہ کا موقف ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ: اجرت لینا جائز ہے، یہ شافعی اور دیگر ائمہ کا موقف ہے۔

اس کے متعلق حنبلی فقہ میں یہ موقف بھی ہے کہ: اگر ضرورت ہو تو جائز ہے، اگر ضرورت نہیں ہے تو جائز نہیں ہے، جیسے کہ اللہ تعالی نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے متعلق فرمایا:
{وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ}.
ترجمہ: اور جو مالدار ہے وہ بچے، اور جو غریب ہے وہ [شرعی] عرف کے مطابق کھالے۔ [النساء: 6]

اسی طرح شرعی علوم کے اساتذہ کو بیت المال سے دینا بھی جائز ہے، جیسے کہ ائمہ، مؤذنین، اور قاضیوں کو مشاہرہ دیا جاتا ہے، یہ بھی اگر ضرورت ہو تو جائز ہے۔

لیکن کیا مالدار ہونے کے باوجود اسے ذریعہ معاش بنانا جائز ہے؟ اس بارے میں دو موقف ہیں۔۔۔

جو علمائے کرام تعلیمی فائدے کا معاوضہ لینے کو ناجائز کہتے ہیں: ان کے مطابق تعلیمی فریضہ ایسے لوگوں کا خاصہ ہے جو قرآن، حدیث، فقہ کی تعلیم اور امامت، اذان وغیرہ عبادت سمجھ کر کریں، کوئی کافر شخص یہ کام نہیں کر سکتا، یہ صرف مسلمان ہی کریگا۔

لیکن راجگیری، سلائی اور بنائی وغیرہ ایسی خدمات جو مسلمان اور کافر سب کر سکتے ہیں ان کی اجرت لینے کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اجرت کے بدلے میں کوئی کام کرے تو وہ عبادت نہیں رہتا، وہ اجر و ثواب کی بجائے صرف اجرت کا ہی مستحق بنتا ہے؛ کیونکہ اس نے کام اجرت کیلیے کیا ہے اجر کیلیے نہیں، اور اگر کوئی کام معاوضہ لینے کیلیے کیا جائے تو وہ عبادت نہیں رہتا، وہ تو عام پیشے کی طرح ہے۔

لہذا جو علمائے کرام دینی سرگرمیوں پر اجرت لینے کو جائز نہیں سمجھتے ان کا کہنا ہے کہ: دینی سرگرمیاں بطور پیشہ سر انجام نہیں دی جا سکتیں کہ وہ عبادت کی بجائے تجارت بن جائیں، جیسے کہ نماز، روزہ، اور تلاوت وغیرہ بطور عبادت تو کی جا سکتی ہیں بطورِ ذریعۂ اجرت اور تجارت نہیں کی جا سکتیں۔

اور جو علمائے کرام اسے جائز کہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ: چونکہ دینی تعلیم دینے سے علم لینے والے کو بھی فائدہ ہوتا تو اس لیے مستفید شخص فائدے کے عوض میں اجرت دے سکتا ہے، جیسے کہ دیگر خدمات کے عوض میں اجرت دیتا ہے۔

لیکن جو علمائے کرام محتاج اور غیر محتاج کے مابین فرق کرتے ہیں تو یہ زیادہ بہتر موقف لگتا ہے: ان کا کہنا ہے کہ: اگر کوئی شخص ضرورت مند ہونے کی وجہ سے شرعی علوم کی تعلیم کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو وہ اپنے عمل کو عبادت بنانے کی نیت کر سکتا ہے، ساتھ میں اسے اجرت لینے کی بھی اجازت ہے، تا کہ اس اجرت کی وجہ سے اس عبادت کیلیے تیار رہے؛ کیونکہ اہل خانہ کا پیٹ پالنا بھی واجب ہے، چنانچہ غریب آدمی شرعی علوم کی تعلیم کے عوض حاصل ہونے والی اجرت سے اپنے اس طرح کے واجبات ادا کرتا ہے، لیکن مالدار شخص کا یہ حکم نہیں ہے؛ کیونکہ اسے تو کمانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لیے اسے تو تعلیمی سرگرمیاں اجرت کیلیے کرنے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ اگر اللہ تعالی نے سے غنی کر دیا ہے اور شرعی

علوم کی تعلیم فرضِ کفایہ ہے تو وہ اس حکم کے تحت آئے گا، اور اگر کوئی بھی اس فریضہ کو ادا نہ کرے گا تو یہ اس مالدار شخص پر فرضِ عین ہو جائے گا۔ واللہ اعلم" انتہی مختصراً "مجموع الفتاوی"(30/204)

اس بنا پر یہ موقف اپنانا ممکن ہے کہ :

کتاب وسنت میں کوئی بھی ایسی دلیل نہیں ہے جو کہ صراحت کے ساتھ دوسروں کی ضروریات پوری کرنے والی عبادت کے نتیجے میں اجرت لینے کو حرام قرار دیتی ہوں۔

اور سوال میں مذکور آیات کے بارے میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ یہ آیات اس اجرت لینے کو حرام قرار دینے میں صریح نہیں ہیں، بلکہ ان آیات کو دلیل بنانے میں بھی اختلاف ہے۔

جبکہ احادیث تمام کی تمام سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، اس بارے میں مزید تسلی کیلیے تفسیر قرطبی کا مذکورہ بالا حوالے کا مطالعہ کریں۔

یہ واضح رہے کہ : جس شخص کو اللہ تعالی نے مالدار بنایا ہے وہ شرعی علوم کو آگے سکھانے کے عوض میں کچھ نہ لے اور اس سے بچے۔

واللہ اعلم.